پروفیسر حافظ احمد یار (۱۷)

سورۃ البقرہ (۱۲)

ملاحظہ: کتاب میں حوالہ کے لیے قطعہ بندی (پیراگراف) میں بنیادی طور پر تین ارقام (نمبر) اختیار کیے گئے ہیں۔ سب سے پہلا (دائیں طرف والا) ہندسہ سورۃ کا نمبر نشان ظاہر کرتا ہے۔ اس سے اگلا (درمیانی) ہندسہ اس سورت کا قطعہ نمبر (جو زیر مطالعہ ہے اور جو کم از کم ایک آیت پر مشتمل ہوتا ہے) ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد والا (تیسرا) ہندسہ کتاب کے مباحثِ اربعہ (اللغۃ، الاعراب، الرسم اور الضبط) میں سے زیرِ مطالعہ بحث کو ظاہر کرتا ہے۔ یعنی علی الترتیب اللغۃ کے لیے ۱، الاعراب کے لیے ۲، الرسم کے لیے ۳ اور الضبط کے لیے ۴ کا ہندسہ لکھا گیا ہے۔ بحث اللغۃ میں چونکہ متعدد کلمات زیرِ بحث آتے ہیں اس لیے یہاں حوالہ کی مزید آسانی کے لیے نمبر ۱ کے بعد قوسین (بریکٹ) میں متعلقہ کلمہ کا ترتیبی نمبر بھی دیا جاتا ہے۔ مثلاً ۲:۵:۱ (۳) کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث اللغۃ کا تیسرا لفظ اور ۲:۵:۳ کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث الرسم ۔۔۔ وھکذا۔

۲:۱۲ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿١٦﴾

۲:۱۲:۱ اللغۃ

۲:۱۲:۱(۱) [أُولَٰئِكَ] اسم اشارہ بعید برائے جمع (مذکر و مؤنث) ہے جس کا اردو ترجمہ ”وہ سب“ ہے۔ اس کی اصل اور بناوٹ کے بارے میں دیکھئے البقرہ: ۵ [۲:۴:۱(۱) میں] اور جملہ اسمائے اشارہ کے بارے میں دیکھئے البقرہ: ۲ [۲:۱:۱(۱) میں]

[الَّذِيْنَ] اسم موصول برائے جمع مذکر ہے جس کا اردو ترجمہ " جو لوگ کہ " یا "جن لوگوں نے کہ " یا " جنہوں نے کہ " ہوگا۔ اسمائے موصولہ پر الفاتحہ: ۷ [۱:۶:۱(۱۱)] میں بات ہو چکی ہے۔

[اِشْتَرَوُا] کا مادہ " ش ر ی " اور وزن اصلی " اِفْتَعَلُوْا " ہے۔ اس کی اصلی شکل " اِشْتَرَيُوا " تھی جس میں ناقص کے قاعدے کے مطابق واو الجمع سے ماقبل والا " لام کلمہ " (جو یہاں " ی " ہے) گر گیا۔ اور اس سے ماقبل (عین کلمہ) چونکہ مفتوح ہے لہٰذا اس کی فتحہ (ــَ) برقرار رہی اور یوں لفظ " اِشْتَرَوْا " بن گیا۔ جس کو بصورتِ وصل (جب وقف نہ کیا جائے) سابقہ کلمہ (الــذین) کے ساتھ مل کر پڑھنے کے لیے ابتدائی همزة الوصل تلفظ میں نہیں آتا بلکہ " نَشْ " پڑھا جاتا ہے اور اسی (اِشْتَرَوْا) کو مابعد والے کلمہ (الضللة) سے ملانے کے لیے آخری ساکن واو (وْ) کو حرکت ضمہ (ــُ) دی جاتی ہے[1] (اور تلفظ میں لفظ " الضلالة " کا ابتدائی همزة الوصل بھی گر جاتا ہے، تلفظ میں ساقط تمام حروف علاماتِ ضبط سے خالی رکھے جاتے ہیں۔

اس مادہ (ش ر ی) سے فعل ثلاثی مجرد " شری ..... یشری یشری " (عموماً باب ضرب سے) آتا ہے اور اس کے بنیادی معنی تو ہیں " ..... کو بیچ دینا "۔ کبھی یہ " خرید لینا " کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ تاہم زیادہ تر اس کے معنی

---

[1] اور یہ ضمہ (ــُ) اس لئے دیا گیا ہے کہ یہ واو الجمع ہے اگر اصلی (مادہ کی) واو ساکن ہو تو اسے عام قاعدے (اذا حُرِّكَ حُرِّكَ بالكسر) کے تحت کسرہ (ــِ) ہی سے آگے ملاتے ہیں مثلاً " لَوِاسْتَطَعْنَا " کی " لَوْ " والی واو ساکنہ میں ــــ بعض نحویوں نے یہاں واو کو مضموم کر کے آگے ملانے کی کچھ اور وجوہ بھی بیان کی ہیں (بلکہ دور کی کوڑی لائے ہیں) آپ چاہیں تو دلچسپی کی خاطر دیکھئے ابن الانباری (البیان) ج ۱ ص ۵۸، عکبری (التبیان) ج ۱ ص ۳۲ اور القیسی (مشکل) ج ۱ ص ۲۶ ــــ

"بیچ دینا" ہی ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ مادہ (شری) اس باب (ضرب) سے بھی اور باب سمِع سے بھی بعض دیگر معانی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ مگر قرآن کریم میں اس فعل (ثلاثی مجرد) کے ماضی اور مضارع کے مختلف صیغے جو کُل چار جگہ آئے ہیں، ہر جگہ یہ باب ضرب سے اور "بیچنا" کے معنوں میں ہی آئے ہیں۔

زیرِ مطالعہ لفظ "اِشْتَرَوْا" اس مادہ (شری) سے باب افتعال کا فعل ماضی صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ باب افتعال سے اس فعل "اشترٰی.....یَشتَرِی اِشتراءً" کے معنی بنیادی طور پر تو"..... کو مول لے لینا" "خرید لینا" ہی ہوتے ہیں اور کہیں کہیں یہ "بیچ دینا" کے معنی بھی دیتا ہے۔ اور وجہ اس "اَضداد" کی یہ ہے کہ دراصل "خریدنا اور بیچنا" دو ایسے فعل ہیں جو بیک وقت سرانجام پاتے ہیں۔ ایک ہی وقت میں ایک آدمی کوئی چیز "خرید رہا" ہوتا ہے اور اس کے ساتھ وہ اس چیز کا عوض (یا قیمت) "بیچ رہا" (دے رہا) ہوتا ہے۔ یہی حالت کوئی "چیز بیچ کر" اس کی قیمت "خرید کر" لینے والے کی ہوتی ہے۔

عربی زبان میں یہ دونوں فعل — شری (مجرد) اور اشتری (افتعال) — دونوں چیزوں — چیز اور قیمت کے لیے اس طرح استعمال ہوتے ہیں۔
شَرَی .. (۱) ... بِ .. (۲) = (۱) کو (۲) کے بدلے بیچ دینا یعنی (۱) دے کر اس کے عوض (۲) لے لینا۔ اشتری .. (۱) .... بِ .. (۲) = (۱) کو (۲) کے بدلے خرید لینا یعنی (۱) لے کر اس کے عوض (۲) دے دینا یعنی "شری کذا بکذا" میں بیچی جانے والی شے مفعول بنفسہ ہو کر آتی ہے اور جتنے میں وہ چیز بیچی یا جو عوض وصول کیا اس پہ باء (بِ) کا صلہ داخل ہوتا ہے اور "اشتری کذا بکذا" میں خریدی جانے والی شے تو مفعول بنفسہ ہو کر آتی ہے اور جتنے میں وہ چیز خریدی جائے یا جو عوض دیا جائے اس پہ باء (بِ) کا صلہ آتا ہے۔
آپ مندرجہ بالا استعمال کو سمجھ لینے سے اور اسے مدِّنظر رکھ کر حسب موقع ان افعال کا اردو ترجمہ "بیچنا" یا "خریدنا" کرنے کی وجہ معلوم کر سکیں گے۔ اگرچہ "شری"

زیادہ تر "بیچنا" اور "اشتری" زیادہ تر "خریدنا" کے لیے ہی مستعمل ہوتے ہیں۔ یہاں (زیر مطالعہ لفظ) "اشتروا" کا ترجمہ "انہوں نے مول لی، خرید لی، خرید کر لی، خریدی" ہوسکتا ہے۔

۲:۱۲:۱(۲) [الضَّلٰلَةَ] (یہ اس لفظ کی عام عربی املاء ہے۔ اس کے رسم عثمانی پر آگے بحث "الرسم" میں بات ہوگی)۔ اس لفظ کا مادہ "ض ل ل" اور وزن (لام تعریف نکال) "فَعَالَةٌ" ہے اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد کے معانی اور اس کے لازم و متعدی استعمال (مثلاً گمراہ ہونا، کھو جانا یا گم کر بیٹھنا، کھو دینا وغیرہ) پر الفاتحہ : ۷ [۱:۶:۱(۶)] میں تفصیلاً بات ہو چکی ہے۔ یہاں "الضلالة" کا ترجمہ "گمراہی" ہوگا۔

۲:۱۲:۱(۳) [بِالْهُدٰى] یہ بِ (کی بجائے) + الهدی (جس پر ابھی بات ہوگی) کا مرکب ہے۔ "الهدی" کا لام تعریف ہٹا دیں تو باقی "هُدًى" بچتا ہے۔ اس (هُدًى) کا مادہ "ھ د ی" اور وزن اصلی "فُعَلٌ" ہے جو تعلیل کے بعد "فُعًى" رہ گیا ہے۔ اس لفظ کی اصلی شکل "هُدَيٌ" تھی۔ یا یوں کہیے کہ تلفظ کے مطابق یہ "هُدَيُنْ" تھا۔ یاء متحرکہ ماقبل مفتوح الف میں بدلی اور یہ "هُدَانْ" ہوگیا۔ التقاء ساکنین (یعنی دو ساکن ـ الف اور نون ـ اکٹھے ہونے) کے باعث الف گرا دیا گیا اور باقی لفظ "هُدَنْ" رہ گیا۔ یہ ملفوظی صورت ہے۔ اسی کی مکتوبی صورت (املاء) "هُدًى" ہے تاکہ معلوم رہے کہ اس کا لام کلمہ "ی" ہے۔ ریاضی کی زبان میں یہ تعلیل یوں بیان کی جا سکتی ہے۔ هُدَيٌ = هُدَيُنْ = هُدَانْ = هُدَنْ = هُدًى۔

اس مادہ (ھ د ی) سے فعل ثلاثی مجرد کے معنی اور استعمال پر اس سے پہلے الفاتحہ : ۶ [۱:۵:۱(۱)] میں بات ہو چکی ہے۔ "هدًى" فعل ثلاثی مجرد کا ایک مصدر ہے۔ اس کا ہم معنی دوسرا لفظ "هداية" بھی اسی فعل کا مصدر ہے جو بالاملاء "ہدایت" اردو میں اپنے اصل عربی معنی (رہنمائی) کے ساتھ مستعمل ہے۔ اس لیے اکثر مترجمین "هدی" کا ترجمہ "ہدایت" ہی کرتے ہیں۔ لفظ "هدی" مفرد

مرکب، معرفہ نکرہ اور مختلف اعرابی حالتوں کے ساتھ قرآن کریم میں بکثرت (۸۵ جگہ) وارد ہوا ہے۔ البتہ کلمہ " ھدایۃ " قرآن کریم میں کہیں استعمال نہیں ہوا۔

۲:۱۲:۱(۴) [**فَمَا رَبِحَتْ**] یہ " فَ " (پس) + مَا (نہیں۔ نہ) + رَبِحَتْ کا مرکب ہے۔ اس میں آخری کلمہ " رَبِحَتْ " کا مادہ " ر ب ح " اور وزن "فَعِلَتْ" ہے۔ اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد " رَبِحَ یربَحُ رِبْحًا (باب سمع سے) استعمال ہوتا ہے اور اس کے بنیادی معنی ہیں۔ " فائدہ پانا، نافع یا سود مند ہونا"، "فائدہ مند ہونا"، "نفع بخش ہونا"۔۔۔ یعنی یہ فعل لازم ہے اس کا کوئی مفعول نہیں آتا۔۔۔ مثلاً عربی میں یا تو کہیں گے " رَبِحَ الرجلُ فِی تجارتِہ " (آدمی نے فائدہ پایا۔ یا دہ نفع لایا ۔۔۔ اپنی تجارت میں)۔ اور اسی مضمون کو عربی محاورے میں یوں بھی ادا کرتے ہیں کہ " رَبِحَتْ تجارَتُہ " (اس کی تجارت فائدہ مند ہوئی، نفع لائی، نافع ہوئی، سود مند ہوئی، نفع بخش ہوئی) اردو میں بعض مترجمین نے فعل " رَبِحَتْ " کا ترجمہ فعل متعدی کی طرح " نفع دیا " کر لیا ہے۔ جسے صرف مفہوم یا محاورے کے لحاظ سے ہی درست کہا جا سکتا ہے۔ لفظ کے اعتبار سے یہ ترجمہ اس لیے درست نہیں ہے کہ " ربح " فعل لازم ہے اس کا مفعول نہیں ہوتا۔ یعنی عربی میں " ربحتہ تجارتُہ " (اس کو اس کی تجارت نے نفع دیا) کہنا بالکل غلط ہے۔ اس مادہ (ربح) سے فعل مجرد کا صرف یہی ایک صیغہ قرآن کریم میں صرف اسی جگہ استعمال ہوا ہے۔

۲:۱۲:۱(۵) [**تِجَارَتُھُمْ**] جو تجارۃ + ھم (ان کی) کا مرکب ہے۔ اس میں کلمہ " تجارۃٌ " کا مادہ " ت ج ر " اور وزن " فِعَالۃٌ " ہے۔ اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد " تجَر یتجُر تجارۃً " (باب نصر سے) آتا ہے اور اس کے بنیادی معنی " سوداگری کرنا " ہیں۔ اور خود لفظ " تجارۃ " اردو میں " تجارت " کی املا کے ساتھ اپنے اصل عربی معنی کے ساتھ مستعمل ہے۔ اس لیے اس فعل کا ترجمہ "تجارت کرنا" بھی ہو سکتا ہے۔ اسی سے اسم فاعل " تاجر " (بمعنی سوداگر) بھی اردو میں متداول ہے۔

اس فعل (تجر یتجُر) کا کوئی مفعول (بنفسہ) نہیں آتا اگر کہنا ہو کہ " فلاں چیز کی

تجارت کی" تو عربی میں اس کے لیے فعل کے بعد "فی ".... استعمال ہوتا ہے مثلاً کہیں گے تجَرَ فی الکُتُبِ (کتابوں کی تجارت کی) ـــــ اس مادہ (تجر) کی ایک لفظی خصوصیت قابلِ ذکر ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ واحد مستعمل مادہ ہے جس میں "ت" کے بعد "ج" ہے یعنی جس کا فاء کلمہ "ت" اور عین کلمہ "ج" ہے۔ قرآن کریم میں اس فعل مجرد کا صرف مصدر "تجارۃ" ہی معرفہ نکرہ اور مفرد یا مرکب صورت میں کل ۹ جگہ آیا ہے۔ اس مصدر یا مادہ سے کوئی فعل یا کوئی اسم مشتق قرآن کریم میں کہیں استعمال نہیں ہوا۔

۲:۱۲:۱(۶) [وَمَا كَانُوْا] جو وَ + ما + کانوا تین کلمات کا مرکب ہے ان کلمات میں "وَ" کے معنی و استعمال پر الفاتحہ: ۵ [۱:۴:۱(۳)] میں اور "مَا" کے معانی پر البقرہ: ۳ [۲:۲:۱(۵)] میں اور "کانوا" کے مادہ، وزن اور فعل مجرد کے معنی اور استعمال پر نیز "کانوا" کی اصل شکل (کَوَنُوا) اور اس میں واقع ہونے والی تعلیل وغیرہ کے بارے میں بھی البقرہ: ۱۰ [۲:۸:۱(۱۰)] میں بات ہو چکی ہے۔ یہاں "وما کانوا" کا ترجمہ "اور نہ ہوئے وہ" یا با محاورہ ترجمہ "اور نہ ہی وہ ہوئے / تھے" ہو گا۔

۲:۱۲:۱(۷) [مُهْتَدِيْنَ] کا مادہ "ھ د ی" اور وزن اصلی "مُفْتَعِلِيْنَ" ہے۔ اس کی اصلی شکل "مُهْتَدِيِيْنَ" تھی۔ جس میں دو "یاء" جمع ہونے کے باعث اصل مادہ کی یاء (جو لام کلمہ ہے) گرا دی جاتی ہے اور یوں لفظ "مُهْتَدِيْن" رہ جاتا ہے۔ اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد اور اس کے معنی و استعمال پر الفاتحہ: ۶ [۱:۵:۱(۱)] میں بات ہو چکی ہے۔

زیرِ مطالعہ کلمہ "مھتدین" اس مادہ (ھدی) کے باب افتعال سے اسم الفاعل کا صیغہ جمع مذکر سالم ہے۔ اور اس باب سے فعل "اِهْتَدَی يَهْتَدِي اهتداءً" کے معنی ہیں: "راہ پانا، ہدایت پانا، ٹھیک طریقے پر چلنا" اور اس کے اسم فاعل "مُهْتَدِي" (بصیغۂ واحد) کے معنی ہوں گے:

" راہ پانے والا " " ہدایت پانے والا " بنیادی طور پر یہ فعل لازم ہے اور اپنے فعل ثلاثی مجرد کی مطاوعت کے لیے آتا ہے ۔ یعنی عربی میں کہیں گے " ھَدَاہ فاھْتَدَی " (اس نے اس کو راہ دکھائی پس وہ راہ پا گیا)

کبھی اس فعل (اھتدی) کے ساتھ " اِلیٰ " یا " لِ " (لام الجر) کا صلہ آتا ہے یعنی کہتے ہیں " اھتدی اِلی کذا یا اھتدی لِکذا " یعنی اس نے فلاں چیز (کذا) کی طرف راہ پائی ۔ تاہم یہ صلہ والا استعمال قرآن کریم میں کہیں نہیں آیا ــــ اور کبھی اس فعل کے ساتھ فعل متعدی کی طرح ایک مفعول منصوب بھی آجاتا ہے ۔ مثلاً کہتے ہیں " اھتدی الطریقَ الی کذا (اس نے فلاں چیز کی طرف راہ پالی ۔ یا اس کی طرف راہ پانے کا طلبگار ہُوا) ۔ اس طرح کے مفعول بنفسہ (کے ساتھ) آنے کی صرف ایک مثال قرآن کریم (النسا : ۹۸) میں آئی ہے ۔ عربی زبان میں یہ فعل (مندرجہ بالا کے علاوہ) کچھ اور معنی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے ۔ مثلاً " دلھن کو خاوند کے گھر بھیجنا " یا گھوڑے کا آگے رہنے والوں میں سے ہونا " ــــ تاہم یہ فعل قرآن کریم میں ان معنی کے لیے کہیں استعمال نہیں ہُوا ــــ اس فعل (اھتدی) سے مختلف اَفعال اور اسماء مشتقہ قرآن کریم میں ساٹھ کے قریب مقامات پر وارد ہوئے ہیں اور ہر جگہ یہ اپنے بنیادی معنی " راہ پانا " ، " ہدایت پانا " ، " راہ راست پر قائم رہنا " ، " ٹھیک راستے پر چلنا " ، وغیرہ کے مفہوم کے ساتھ استعمال ہوا ہے ۔

۲ : ۱۲ : ۲ الإعراب

(اولٰٓئِکَ الذین اشترَوا الضللۃ بالھدی ــ فما ربحت تجارتھم ــــ وما کانوا مھتدین ۝)

آیتِ زیرِ مطالعہ بنیادی طور پر تین جملوں پر مشتمل ہے جن کو ہم نے (اوپر) لکھتے وقت ایک فاصلہ (ــــ) سے الگ الگ کر دیا ہے پھر یہ تینوں جملے حروف عاطفہ (" فَ " اور " وَ ") سے باہم مربوط ہو کر ایک لمبا جملہ بناتے ہیں ۔ اعراب کی تفصیل

یوں ہے :۔

[اولٰئِکَ] اسم اشارہ صیغہٴ جمع ہے جو یہاں مبتدأ ہے لہٰذا مرفوع ہے مبنی ہونے کے باعث علامتِ رفع ظاہر نہیں ۔ [الّذین] اسم موصول ہے جو اپنے (آگے آنے والے) صلہ کے ساتھ مل کر (اولٰئک کی) پہلی خبر بنے گا ۔ لہٰذا یہ بھی یہاں (خبر ہوکر) مرفوع ہے ۔ اور مبنی ہونے کے باعث اس میں بھی ظاہراً کوئی علامتِ رفع نہیں ہے ۔ [اشْتَرَوُا] فعل ماضی معروف (جمع مذکر غائب) ہے جس میں ضمیر فاعلین "ھم" مستتر ہے (جو "الّذین" کے لیے ہے) ۔ [الضلالۃ] فعل (اشتروا) کا مفعول بہ (لہٰذا) منصوب ہے علامتِ نصب آخری "ۃ" کی فتحہ (ـَ) ہے ۔ [بالھدی] جارّ (بِ) اور مجرور (الھدیٰ جس میں اسم مقصور ہونے کے باعث علامتِ جر ظاہر نہیں ہے) مل کر فعل "اشتروا" سے متعلق ہیں ۔ یہ فعل مع ضمیر فاعل، مفعول اور متعلق فعل سب مل کر (یعنی اشتروا الضلالۃ بالھدی) اسم موصول "الّذین" کا صلہ ہے اور صلہ موصول مل کر (الذین اشتروا الضلالۃ بالھدی) سب مبتدأ (اولٰئک) کی خبر اوّل بنتا ہے ۔ جس کا ترجمہ لفظی ہوگا " وہ لوگ (ہیں) جنہوں نے خرید لیا گمراہی کو ہدایت کے بدلے " بعض نے " خرید لی " کی بجائے صرف " لے لی " سے ترجمہ کیا ہے جو لفظ سے ہٹ کر ہے ۔ اسی طرح بعض نے " کے بدلے " کی بجائے " کو چھوڑ کر " ترجمہ کیا ہے اور یہ بھی محاورے کے مطابق مگر لفظ سے ہٹ کر ہے ۔

[فما] میں " فَ " عاطفہ ہے جس میں تعقیب (پیچھے لگانا) کا مفہوم ہے ۔ جسے اردو میں "پس" (یعنی پھر نتیجہ یہ ہوا کہ) سے ظاہر کرتے ہیں ۔ اور " مَا " نافیہ ہے (بمعنی نہیں یا نہ ہی) [ربحتْ] فعل ماضی صیغہ واحد مؤنث غائب ہے ۔ اور فعل کی تأنیث فاعل (تجارۃ) کی تانیث کی وجہ سے ہے ۔ [تجارتُھم] مضاف (تجارۃُ) اور مضاف الیہ (ھُم) مل کر (پورا مرکب اضافی) فاعل ہے ۔ اسی لیے مضاف یعنی لفظ " تجارۃُ " مرفوع ہے ۔ علامتِ رفع " تاء " کا ضمہ (ـُ)

ہے۔ یہ منفی جملہ فعلیہ (فما ربحت تجارتھم) " اولٰئِکَ (مبتدأ) کی دوسری خبر بنتا ہے۔

[وَمَا] میں واو عاطفہ (بمعنی اور) ہے اور یہاں بھی " مَا " نافیہ ہے۔ (بمعنی " نہ " یا " نہ ہی ") [کانوا] فعل ناقص صیغہ ماضی جمع مذکر غائب ہے۔ جس کا اسم " ھم " اس کی آخری واو الجمع سے معلوم ہوتا ہے۔ [مھتدین] "کانوا" کی خبر (لھذا) منصوب ہے اور اس کی علامتِ نصب آخری " نون " سے ماقبل والی (ـِ یْ) ہے کیونکہ یہ جمع مذکر سالم کا صیغہ ہے جس کی علامتِ رفع " ـُ وْ " (نَ) اور نصب وجر " ـِ ی " (نَ) سے ظاہر ہوتی ہے اور یہ آخری منفی جملہ اسمیہ (وما کانوا مھتدین) " اولٰئِکَ " کی تیسری خبر بنتا ہے۔ اس طرح " وما کانوا مھتدین" کا ترجمہ ہوا " اور نہ ہی وہ ہوئے راہ پانے والے " اسی کا بامحاورہ ترجمہ بعض نے " اور نہ ہی وہ ٹھیک راستے پر چلے " اور بعض نے " وہ راہ راست پر قائم نہ رہے " کیا ہے جو اس لحاظ سے درست نہیں کہ جملہ اسمیہ کا ترجمہ جملہ فعلیہ سے کر دیا گیا ہے۔ اور بعض نے " وہ سودے کی راہ جانتے ہی نہ تھے " سے ترجمہ کیا ہے جو سابقہ " ذکر تجارت " کی وجہ سے بامحاورہ تو کہا جا سکتا ہے مگر نص (اصل قرآنی عبارت) سے بہت دور ہے۔

۲:۱۲:۳ الرسم

(اولٰئِکَ الذین اشتروا الضلٰلۃ بالھدی فما ربحت تجارتھم
وما کانوا مھتدین)

زیرِ مطالعہ آیت میں بلحاظ رسم عثمانی صرف دو لفظ " الضلالۃ " اور " تجارتھم " تفصیل طلب ہیں۔ باقی تمام کلمات کا رسمِ املائی اور رسم قرآنی یکساں ہے یہ بات پہلے مذکور ہو چکی ہے کہ " اولٰئِکَ " اور " الذین " کا یہ رسم (املائی) دراصل رسم املائی پر رسم عثمانی کے اثرات کا ایک نمونہ ہے۔

کلمہ "الضلالۃ" (یہ اس کا املائی رسم ہے) قرآن کریم میں ہر جگہ (اور یہ لفظ مفرد مرکب معرفہ نکرہ مختلف سورتوں میں قرآن کریم کے اندر نو جگہ آیا ہے) بحذف الف (بین اللامین) یعنی بصورت "الضللۃ" لکھا جاتا ہے اور یہ علمائے رسم کا متفقہ مسئلہ ہے۔ جن مصاحف (مثلاً ترکی اور ایران) میں اسے باثبات الف لکھا گیا ہے تو یہ رسم عثمانی کی صریح خلاف ورزی ہے۔

لفظ "تجارتھم" کے ابتدائی حصے "تجارۃ" کی رسم املائی اسی طرح باثبات الف (بعد الجیم) ہے۔ یہ لفظ (تجارۃ) قرآن حکیم میں مفرد مرکب معرفہ نکرہ مختلف صورتوں میں کل نو جگہ آیا ہے۔ ہر جگہ اس کے رسم عثمانی میں اس کے الف (بین الجیم والراء) کے حذف و اثبات میں اختلاف ہے۔ الدانی نے اس کے محذوف الالف ہونے کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ اور حذف پر عمل اسی صورت میں ہوتا ہے جب اس کی صراحت موجود ہو۔ یہی وجہ ہے کہ لیبیا کے مصحف میں اسے ہر جگہ باثبات الف "تجارۃ" لکھا گیا ہے۔ برصغیر میں صحت کے اہتمام سے شائع ہونے والے مصاحف (مثلاً انجمن حمایت اسلام کے نسخہ اور الفی قرآن مطبوعہ بمبئی) میں بھی اسے باثبات الف ہی لکھا گیا ہے۔ صاحب نثر المرجان نے خلاصۃ الرسوم کے حوالے سے اس کا باثبات الف لکھا جانا ہی بیان کیا ہے اور تمام مشرقی ممالک میں اسی پر عمل ہے۔ تاہم ابوداؤد (سلیمان بن نجاح) سے (مورد الظمآن وغیرہ میں) اس کلمہ (تجارۃ) کا بحذف الف لکھا جانا مروی ہے۔ شامی، مصری، سعودی اور بیشتر افریقی ممالک میں اسی (بصورت اختلاف الدانی کی بجائے ابوداؤد کو ترجیح دینے کی) وجہ سے اسے بحذف الف "تجرتھم" لکھا جاتا ہے۔

۲:۱۲:۴ الضبط

(اولٰئک الذین .... مھتدین ٥)

زیر مطالعہ آیت میں بلحاظ ضبط دو کلمات "اولٰئک" اور "الضللۃ" قابل توجہ ہیں "اولئک" کے ضبط کے مختلف پہلوؤں پر البقرہ: ۵ [۲:۴:۲(۹)]

میں بالتفصیل لکھا جا چکا ہے۔ ان دونوں کلمات کے ضبط میں " لام" کے بعد والے محذوف الف کو ظاہر کرنے کے طریقے کا اختلاف بہت دلچسپ اور متنوع ہے جیسا کہ آپ نیچے دئے گئے نمونوں میں ملاحظہ کریں گے۔ باقی اختلافات وہی همزة الوصل، همزة القطع، زائد حروف پر علامت تنسیخ وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ آیت کے تمام متفق یا مختلف ضبط والے کلمات کی مثالیں درج ذیل ہیں:۔

أُولَٰئِكَ ، أُولَٰٓئِكَ ، أُوْلَٰٓئِكَ ، أُوْلَٰٓئِكَ ، أُولَٰٓئِكَ۔

الَّذِيْنَ ، الَّذِينَ ، ٱلَّذِينَ ، ٱلَّذِينَ۔

اشْتَرَوُا ، ٱشْتَرَوُا ، ٱشْتَرَوُا۔

الضَّلٰلَةَ ، ٱلضَّلٰلَةَ ، ٱلضَّلَٰلَةَ۔

بِالْهُدٰى ، بِٱلْهُدَىٰ ، بِالْهُدٰے

فَمَا ، فَمَا ، فَمَا

رَبِحَتْ ، رَبِحَتْ

تِجَارَتُهُمْ ، تِّجَارَتُهُمْ ، تِجَٰرَتُهُمْ (بحذف الف)

وَمَا كَانُوْا ، وَمَا كَانُوا ، وَمَا كَانُوْا ، وَمَا كَانُوا

مُهْتَدِيْنَ ، مُهْتَدِينَ ، مُهْتَدِينَ ، مُهْتَدِينَ۔

*